سالانہ جلسہ اور اس کی برکات

سلسلہ عالیہ احمدیہ میں سالانہ جلسہ بھی بہت سی برکات کو اپنے ساتھ لاتا ہے۔ اس لئے ہر ایک احمدی کی آنکھ جلسہ پر لگی رہتی ہے۔ اور ہر شخص اس انتظار میں رہتا ہے۔ کہ کب جلسے کے مبارک ایام آئیں۔ اور میں جلسہ میں شامل ہوں۔ پس مبارک ہو ان کو جو ایک سال سے ان مبارک ایام کی انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ اب جلسے کے ایام قریب ہیں۔

بہت سے لوگ جلسہ کی برکات سے واقف نہیں۔ ان کے علم کے لئے لکھا جاتا ہے۔ کہ یہ جلسہ سب سے اول حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا ایک بہت بڑا نشان ہے۔ اور وہ نشان یہ ہے۔ کہ حضورؑ کے دعویٰ کے وقت ہندوستان میں ایک طوفان بے تمیزی برپا ہوا۔ اور ہندوستان کی تمام اقوام نے عموماً اور مسلمانوں نے خصوصاً حضورؑ کو نقصان پہنچانے کے منصوبے سوچے اور کفر کے فتوے دیئے۔ حضورؑ کو سلام علیکم کہنے والوں پر ان کی بیویاں حرام کی گئیں۔ اور ایمان لانے والوں کو تو جو تکلیفیں دی گئیں۔ ان کی تو لمبی ایک فہرست ہے بائیکاٹ۔ قبرستانوں میں دفن نہ ہونے دینا۔ رشتہ داروں کی بدسلوکیاں۔ پانی کی بندش۔ مسجدوں سے اخراج ان میں سے چند ہیں۔

دشمنوں کا خیال تھا۔ کہ اس طوفان بے تمیزی سے یہ رو رک جائے گی۔ اور خدا تعالےٰ کا چڑھایا ہوا سورج غروب ہو جائے گا۔ مگر خدا نے اس حالت میں حضورؑ کو ہر لحظہ تسلی دی اور فرمایا:-

انی معک - انی معک
یاتیک من کل فج عمیق۔ یاتون من کل فج عمیق
لا تخف انک انت الاعلیٰ۔ لا تحزن انک انت الاعلیٰ
ینصرک اللہ من عندہٖ۔ ینصرک رجال نوحی الیہم من السماء۔

پس آنے والے دیکھتے ہیں۔ کہ مخالفتوں کے بادل پھٹ گئے۔ بائیکاٹ اور کفر کے فتوے دینے والے مٹ گئے۔ اور خدا کے وعدے پورے ہوئے۔ اور خدا کا مامور و مرسل بلند ہوا۔ اور اسے نصرت الٰہی حاصل ہوئی۔ اور انسانوں کا موجیں مارتا ہوا سمندر ہندوستان کے کناروں سے جمع ہوا۔ اور اس نے اس گمنام بستی میں ارضِ حرم کا سا نظارہ دکھا دیا۔

پس

اس نظارے کو دیکھنے سے سینے سے زنگ دھل جاتے ہیں۔ اور ایک نیا لذیذ ایمان حاصل ہوتا ہے۔ جو اپنے اندر روشنی اور بصیرت رکھتا ہے۔ پس پہلا فائدہ یہ ہے۔ کہ انسان کو ایک جدید ایمان عطا کیا جاتا ہے اور مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا ایک زندہ نشان دکھایا جاتا ہے۔

دوسری برکت یہ ہے۔ کہ الٰہی سلسلوں کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے خلفاء کے ذریعے قوت و شوکت اور تمکنت عطا فرماتا ہے۔ قادیان میں آنے والا اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتا ہے۔ کہ خلافت ثانیہ میں کس طرح ایک اندرونی فتنہ اٹھا تھا۔ اس نے اس عالی قصر کو جڑوں تک ہلا دیا تھا۔ مگر خدا تعالےٰ نے اپنے

ہاتھ سے خلافت حقہ قائم کی۔ اور پھر اس کے ذریعے اس فتنہ کو پاش پاش کیا۔ اور سلسلہ کو ایک خاص قوت و شوکت عطا کی۔ پس جب آنے والا اس شوکت کو اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے۔ تو اسے خلافت کے برحق ہونے کے متعلق ایک ایمان دیا جاتا ہے۔ اور وہ خلافت کو آلہی سلسلوں کے لئے نہایت ضروری یقین کرنے لگتا ہے۔

تیسری برکت خلیفہ چونکہ آسمانی فیض سے مستفیض ہوتا ہے۔ اس لئے اسکی تقریریں قلب انسانی کو زنگ سے پاک کر دیتی ہیں۔ وہ جو دنیا کی آلائشوں میں مبتلا رہتے ہیں۔ اور سال بھر تک دنیا کے کاموں میں مشغول رہتے ہیں۔ ان کے لئے یہ ایک نادر موقع ہوتا ہے۔ جس سے وہ دلوں کو ایک جدید نور اور ضیاء سے منور کرتے ہیں۔

چوتھی برکت وہ لوگ ان مقامات میں چلتے پھرتے ہیں۔ جہاں خدا کا مامور و مرسل چلا کرتا تھا۔ اور ان مقامات میں ان کو دعائیں کرنے کا موقع ملتا ہے۔ جہاں دعائیں قبولیت کا درجہ حاصل کرتی ہیں۔ پس وہ ان مقامات کی برکات سے حصہ لیتے ہیں۔ جن کو خدا تعالےٰ نے مبارک قرار دیا۔

پانچویں برکت وہ اس مقام کو دیکھتے ہیں۔ جس کا نام مقبرہ بہشتی ہے۔ یہاں اس زمانے کا نبی اپنے عشاق اور فدائیوں کے زمرے میں ابدی نیند سو رہا ہے۔ دیکھنے والے دیکھتے ہیں۔ کہ یہ وہ لوگ ہیں۔ جو پروانوں کی طرح خدا کے مسیح کے گرد جمع ہوئے۔ اور اپنی زندگی میں انہوں نے خدا کی آواز پر ایک عظیم الشان سفر کیا۔

اور اپنی دنیا پر دین کو مقدم کر لیا

اور اپنے مال و دولت کو زندگی میں اور زندگی کے بعد بھی خدا کے مسیح کی آواز پر قربان کر دیا۔ اور ایسی وفا دکھائی۔ کہ مرنے کے بعد بھی ساتھ نہ چھوڑا۔ اس حالت کو دیکھکر بے اختیار انسان کے منہ سے نکلتا ہے۔ کہ اس وفاداری کی مثال دنیا میں کہیں نظر نہیں آتی۔ انسان کے منہ سے بے اختیار خدا کے اس راستباز کے لئے درود نکلتا ہے۔ اور وہ اپنے اس انجام کے لئے جو ان لوگوں کا ہوا۔ خدا سے دست بدعا ہو جاتا ہے۔

چھٹی برکت پھر یہاں کچھ ایسے لوگ نظر آتے ہیں۔ جو دنیا سے منہ موڑ کر یہاں بیٹھے ہیں۔ انہوں نے اپنی زندگی کو خدا کے لئے قربان کر رکھا ہے۔ ان کے چہرے پر نور نظر آتا ہے۔ اور وہ ہر قسم کی ہوا و ہوس سے دور ہیں۔ ان کی صحبت میں بیٹھکر انسان سوائے ذکر حبیب کے کچھ نہیں سنتا اور وہ جب اس نور کا ذکر کرتے ہیں۔ تو بات ان کے گلے میں پھنس جاتی ہے۔ اور آنکھیں اس کی یاد میں اشکبار ہو جاتی ہیں ان لوگوں کی صحبت بھی ایک اکسیر ہے۔ مبارک ہیں وہ جنہیں یہ صحبت میسر آ جائے۔

یہی وہ لوگ ہیں۔ جن کو خدا تعالےٰ نے فرمایا ہے:۔
اصحاب الصُّفَّةِ۔ وَمَآ اَدْرٰكَ مَا اَصْحَابُ الصُّفَّةِ تریٰ اعینہم تفیض من الدمع۔ یصلون علیك

ساتویں برکت ایک اور برکت ہے۔ جو بہت بڑی برکت ہے۔ اور وہ اس زمانہ کی خدیجہ کا وجود ہے۔ اللہ تعالےٰ نے ایک بابرکت خاتون کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لئے چنا تھا۔ اور فرمایا تھا۔

”میں نے ارادہ کیا ہے۔ کہ تمہاری ایک
اور شادی کروں۔ یہ سب سامان میں
خود ہی کروں گا۔ اور تمہیں کسی بات کی
تکلیف نہ ہوگی۔“

پھر اس کے مقام کو ظاہر کرنے کے لئے فرمایا۔
اشکر نعمتی رأیت خدیجتی۔ اس کا وجود اس قدر بابرکت قرار دیا۔ کہ اسے نعمت قرار دیا۔ اور اس پر شکر کرنے کا حکم دیا۔

پھر فرمایا۔ انی معك ومع اھلك

پس وہ وجود جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بطور خدیجہ کے عطا کیا گیا۔ اور جس کے ساتھ اپنی معیت کا وعدہ فرمایا۔ وہ مبارک وجود حضرت ام المومنین متعنا اللہ بطول حیاتہا۔ کا وجود ہے۔ احباب اس مبارک وجود کی دعاؤں سے برکتیں حاصل کر سکتے ہیں۔ اور اس وجود سے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وجود مبارک کا ہی ایک حصہ ہے۔ فیض حاصل کر سکتے ہیں۔

آٹھویں برکت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد کی زیارت ہے۔ جن کے بڑھنے اور پھیلنے اور پھولنے کی بشارتیں خدا تعالیٰ نے دی تھیں۔ اور آج ان بشارتوں کو پورا ہوتے ہوئے ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں۔

نویں برکت تعارف کی برکات ہیں۔ جو سلسلہ کے احباب سے جو دنیا کے کونوں سے جمع ہوتے ہیں۔ یہاں آسانی سے حاصل ہو جاتی ہیں۔

دسویں برکت اجتماع کی برکت ہے۔ جس کے طفیل سے

زمین قادیاں اب محترم ہے
ہجوم خلق سے ارض حرم ہے

کا نظارہ پیش کر رہی ہے۔ پس مبارک ہیں وہ جو ان برکات سے حصہ لینے کے لئے یہاں آتے ہیں۔ بشارت ہے ان کو جو اس پانی کے متلاشی ہیں۔ جو آسمان سے اترا اور اب قادیان میں بہ رہا ہے۔

درخواست دعا

میری صحت بدستور خراب ہے۔ نقاہت اور کمزوری بڑھی ہوئی ہے۔ چلنے پھرنے سے ضعف ہو جاتا ہے۔ احباب کرام کی خدمت میں درخواست ہے۔ کہ وہ دردِ دل سے میری صحت کیلئے دعا فرما کر منتکرّ ہونے کا موقعہ دیں۔

(محمود احمد عرفانی)

مبلغ امریکہ کی روانگی کا پروگرام

صوفی مطیع الرحمن صاحب بنگالی ایم۔ اے مبلغ امریکہ اور مولوی محمد ابراہیم صاحب ناصر بی اے کی روانگی کا پروگرام یہ ہے:۔

تاریخ / مقام	وقت	
۱۷؍اکتوبر بروانگی از قادیان	۳-۲۵	بعد ظہر
〃 〃 〃 امرت سر	۱۰-۱۴	شب بذریعہ فرنٹیر میل
〃 〃 〃 جالندھر	۱۱-۲۵	〃
۲۲ 〃 〃 انبالہ	۲-۵۳	صبح
〃 〃 〃 سہارنپور	۴-۳۲	〃
〃 〃 〃 مظفر نگر	۵-۲۸	〃
〃 〃 〃 میرٹھ	۶-۲۳	〃
〃 〃 〃 غازی آباد	۷-۳۱	〃
آمد	۸-۰۰	〃
روانگی دہلی	۹-۰۰	〃
〃 متھرا	۱۱-۱۴	〃
۲۳؍اکتوبر آمد بمبئی	۸-۳۰	〃

(ناظر دعوت و تبلیغ قادیان)

خانصاحب مولوی فرزند علی صاحب کی روانگی کا پروگرام

تاریخ	مقام	وقت
۲۵؍اکتوبر روانگی	امرتسر روانگی	۲۱-۳
〃 〃 〃	جالندھر	۲۲-۲۴
〃 〃 〃	چھاؤنی	۲۲-۳۶
۲۶؍ 〃 〃	مراد آباد	۷-۹
〃 〃 〃	بریلی	۸-۱۴
〃 〃	شاہجہاں پور	۹-۴۸
〃 〃	لکھنؤ	۱۲-۲۸
〃 〃	بنارس	۱۷-۱۸
۲۷؍ 〃	کلکتہ	۶-۲۶

ناظر دعوت و تبلیغ قادیان

آنریبل سر محمد ظفر اللہ خانصاحب کا ورود قادیان

یہ خبر خوشی سے سنی جائے گی۔ کہ سر چودھری محمد ظفر اللہ خانصاحب ۲۱؍اکتوبر کو قادیان تشریف لا رہے ہیں۔ اور غالباً مجلس مشاورت میں بھی شمولیت فرمائیں گے۔

سیرت المہدی کا ایک ورق

جناب چودھری حاکم علی صاحب رئیس چک پنیار کی زبانی

خاص الحکم کے لیئے

بچپن سے ہی میری عادت تھی۔ کہ میں بزرگوں کی صحبت میں بیٹھا کرتا تھا۔ ہمارے ضلع میں ایک بزرگ اعوان تھے (قاضی صاحب اعواناں والے) میں ان کے پاس بھی گیا۔ حضرت صاحب نے ان کو خط بھی لکھا تھا۔ جہلم کے ضلع میں جلال پور کیکناں میں ایک بزرگ تھے۔ ان کا نام حیدر شاہ تھا۔ اور وہ چشتی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ میں نے ان کی بیعت بھی کی تھی۔ اس سے پہلے بھی میں کئی بزرگوں کے پاس گیا۔ جس کسی کے پاس گیا۔ صرف اسی غرض سے گیا۔ کہ میں ولی اللہ بن جاؤں۔ یہی میری غرض تھی اور یہی میرا مقصد تھا۔

غرض جس جگہ مجھے پتہ لگتا۔ کہ کوئی خدا رسیدہ بزرگ ہے۔ میں وہیں جاتا۔ لیکن جب میں قادیان آیا۔ تو اس وقت میں حیدر شاہ صاحب جلال پور کیکناں ضلع جہلم والے کا مرید تھا۔ یہ بڑی مشہور گدی ہے۔ اب اس کا ایک پوتا ای اے سی ہے۔ اور دوسرا کونسل کا ممبر ہے۔

میرے والد صاحب نے ایک استاد میری تعلیم کے واسطے رکھا ہوا تھا۔ جو مونگدی پور متصل گجرات کا رہنے والا تھا۔ وہ ایک روز گجرات سے کسی اخبار کا ایک ٹکڑا لے آیا۔ جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا معمولی سا ذکر تھا۔ اور وہ ۱۸۹۷ء کا شروع تھا۔ میں نے اس بات کو سن کر قادیان آنے کا ارادہ کر لیا۔ میں جس وقت گجرات پہنچا۔ تو اس وقت شیخ رحمت اللہ صاحب مرحوم گجرات میں ہی تھے۔ اور انہوں نے حضرت صاحب کی بیعت کی ہوئی تھی۔ میں ان سے آکر ملا۔ اور پوچھا۔ انہوں نے مجھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف ایک خط لکھدیا۔ میں خط لے کر وہاں سے ایک مسجد میں ظہر کی نماز پڑھنے کے لئے گیا۔ یہ مسجد وہابیوں کی مسجد کہلاتی تھی۔ اور اس میں ایک وہابی مولوی حافظ محمد رمضان نامی تھا۔ میں نے اس سے ذکر کیا۔ کہ میں قادیان جا رہا ہوں۔ اس نے ایسے پیرائے میں تقریر کی۔ اور مرزا صاحب پر اتہامات لگائے۔ اور آپ کی شان میں بہت نامناسب الفاظ استعمال کئے۔ اور مجھے ترغیب دی۔ کہ میں وہاں نہ جاؤں۔ اس نے کہا کہ وہ شخص دین کا ڈاکو ہے۔ اور اسی طرح کے بہت الفاظ بیان کئے۔ اس نے اتنی شکایت کی۔ کہ میرا ارادہ بدل گیا۔ اور میں بجائے قادیان آنے کے جلال پور سید حیدر شاہ صاحب کے پاس چلا گیا۔

وہاں سے میں جب شاہ صاحب کو مل کر واپس آیا۔ تو میرے دل میں وہی بات جو میں نے اخبار میں دیکھی تھی۔ اور اتنا اثر کر گئی تھی۔ کہ مجھے قادیان جانے کا پھر شوق ہوا۔ اور میں نے قادیان جانے کا ارادہ کر لیا۔ میرا ایک دوست نوشہرہ کے سجادہ نشین کا لڑکا تھا۔ وہ بغرض علاج امرتسر آیا ہوا تھا۔ اس نے اپنے والد کے ذریعہ مجھے امرتسر بلایا۔ میں امرتسر آگیا۔ وہاں سے پھر میں نے قادیان آنے کا پکا ارادہ کر لیا۔ اور میں قادیان کے لیئے روانہ ہو گیا۔ میں امرتسر سے بٹالہ آیا۔ بٹالہ گاڑی سے اتر کر میں نے یکہ وغیرہ کی تلاش کی۔ مگر کوئی نہ ملا۔ آخر میں پیدل ہی قادیان آگیا۔ اور اس دن ایک کپتان پولیس انگریز قادیان لیکھرام کے قتل کے متعلق حضرت صاحب کی تلاشی لینے کے لیئے آیا ہوا تھا۔ وہ مجھ سے تھوڑی دیر پہلے ہی قادیان پہنچا تھا۔ میں قریباً چھ سات بجے قادیان پہنچا۔ بڑے بازار کے چوک میں آکر میں نے ایک شخص سے پوچھا۔ کہ مرزا صاحب کا مکان کس طرف ہے۔ اس شخص کا نام مستری کریم بخش تھا۔ اس نے مجھے بتایا۔ کہ آج ایک انگریز آیا تھا۔ میں ایک لوہار کی حیثیت سے تالے وغیرہ کھولتا رہا۔ اور وہ انگریز تلاشی لیتا رہا۔ اس کے بعد اس نے مجھے رستہ بتایا۔ اور میں چھوٹی مسجد میں پہنچ گیا۔

مغرب کی اذان ہوئی۔ مولوی عبدالکریم رضی اللہ عنہ بھی وہاں تھے۔ نماز کے وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام مسجد میں تشریف لائے۔ نماز کے بعد حضور وہیں تشریف فرما ہوئے۔ مولوی عبدالکریم صاحب۔ حضرت خلیفۃ المسیح اول اور حکیم فضل دین صاحب وغیرہ بھی وہیں بیٹھ گئے۔ میں بھی حضرت صاحبؑ کے پاس بیٹھ گیا۔ میں نے حضور علیہ السلام کے پاؤں پکڑ لئے۔ اور دبانے لگا۔ اور ساتھ ساتھ اپنا قصہ بھی سنانے لگا۔ کہ میں مدت سے بزرگوں کے پاس جاتا رہا ہوں۔ اور جس کے پاس گیا۔ اسی غرض سے گیا۔ کہ میں ولی اللہ بن جاؤں۔ لیکن میری یہ خواہش اب تک پوری نہیں ہوئی۔ حضرت اقدسؑ نے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنی شروع کی۔ وہ دعا اتنی لمبی تھی۔ کہ میں تو تھک گیا۔ کیونکہ میں تو اتنی لمبی دعا کرنے کا عادی نہیں تھا۔ غرض ایک لمبی دعا کے بعد حضور علیہ السلام نے ایک تقریر فرمائی۔ جو مجھے اب یاد نہیں ہے۔

عشاء کی نماز تک حضورؑ وہیں بیٹھے رہے۔ ان دنوں حضرت صاحب کا یہی طریق تھا۔ کہ مغرب کی نماز کے وقت تشریف لاتے اور عشاء تک تشریف رکھتے سب دوست وہاں ہی کھانا کھاتے تھے۔ حضورؑ بھی وہاں ہی تناول فرماتے۔ دونو وقت حضرت مسجد میں ہی اپنے مریدوں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتے۔ بشرط صحت و تندرستی۔

حضور علیہ السلام عشاء کی نماز پڑھ کر اندر تشریف لے گئے۔ میں مسجد میں ہی ایک طرف پڑ کر سو گیا۔ صبح کی نماز میں حضورؑ تشریف لائے۔ مولوی عبدالکریم صاحب نے قرأت پڑھی۔ مولوی صاحب نے نہایت خوش الحانی اور بلند آواز سے قرأت سنائی۔ جو مجھے بہت پسند آئی۔ میں نے دیکھا۔ کہ پیچھے بعض اشخاص نماز میں رو رہے تھے۔ جن کی آواز بھی آتی تھی۔ حضرت صاحب نماز کے بعد تشریف لے گئے۔ اور تھوڑی ہی دیر بعد پھر باہر سیر کے لئے تشریف لائے۔ اس روز حضورؑ باغ کی طرف سیر کے لئے گئے تھے۔ حضورؑ کے ساتھ تمام صحابہؓ بھی سیر کو گئے۔ میں بھی ساتھ تھا۔ آٹھ نو بجے تک سیر کرنے کے بعد آپ واپس تشریف لائے۔ جب شہر کے نزدیک پہنچے۔ تو میں نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ اور اجازت طلب کی۔ اور عرض کیا۔ کہ حضور میں اب جانا چاہتا ہوں۔ حضورؑ نے بھی مصافحہ کیا اور فرمایا۔ کہ اور دو تین روز ٹھہر جانا تھا۔ میں نے عرض کیا۔ کہ حضور مجھے ضروری طور پر جانا ہے۔ آپؑ نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ ہی میں رکھتے ہوئے فرمایا۔ قرآن مجید پڑھنا۔ ترجمہ کے ساتھ پڑھنا۔ سوچ سمجھ کر پڑھنا اور اس پر عمل کرنا۔ گو دو آیتیں ہی پڑھو۔ مگر ترجمہ کے ساتھ اور سوچ سمجھ کر پڑھنا۔ پھر فرمایا۔ تہجد کی نماز بھی پڑھنا۔ گو دو رکعتیں ہی پڑھو۔ تیسرے میرے ساتھ بھی خط و کتابت رکھنا۔ یہ تین باتیں آپ نے مجھے ارشاد فرمائیں۔

غرض میں چلا گیا۔ امرتسر میں پھر ان پیرزادوں کے پاس

ٹھیرا۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا۔ کہ تم نے قادیان میں کیا دیکھا ہے میں نے کہا۔ کہ وہاں نماز میں اس قدر لذت آئی ہے۔ کہ مجھے ساری عمر میں نماز میں کبھی ایسی لذت نہیں آئی تھی۔ اور نماز کی وہاں بڑی تاکید ہوتی ہے۔ یہ باتیں میں نے ان کو کہیں۔

ایک دو دن ٹھیر کر میں گھر واپس چلا گیا۔ امرت سر سے میں نے دو قرآن شریف ایک سادہ اور ایک ترجمہ والا خرید لئے۔ اور اپنے گاؤں چک منیار ضلع گجرات میں آگیا۔ گھر پہنچتے ہی مجھ پر اس قدر اثر ہوا۔ کہ میں نے نماز تہجد تو اسی روز شروع کر دی۔ میں رائج الوقت فیشن کے مطابق ڈاڑھی کتراتا تھا۔ لیکن اسی روز سے میں نے ڈاڑھی کٹانی ترک کر دی۔ مگر مجھے یہ بھی معلوم نہیں۔ کہ میں نے کیوں چھوڑ دی۔

غرضیکہ میرے اندر اس وقت اس قدر جوش محبت پیدا ہوا۔ کہ چند روز کے بعد پھر میں قادیان آیا۔ اور آتے ہی میں نے حضور کے دست مبارک پر بیعت کر لی۔ میں نے بغیر حضورؑ کے دعویٰ کے مطالعہ کے اور بغیر کسی کتاب کے پڑھنے کے اور بلا ترغیب بیعت کر لی۔ مجھے حضرت صاحب کے ساتھ اس قدر محبت اور شوق تھا۔ کہ میں اس طرح ہو گیا۔ جیسے کوئی عاشق ہوتا ہے۔ چند روز ٹھیر کر میں نے اجازت چاہی۔ کہ حضور میں اب جانا چاہتا ہوں۔ آپ نے مجھے ایک کتاب کتاب البریہ دی۔ اس کتاب کو حضور مرزا سلطان احمد صاحب کی گلی میں بڑے دروازے سے ننگے سر خود ہی لیکر آئے۔ اور فرمایا یہ کتاب پڑھو۔ میں وہ کتاب بھی لے گیا۔ اور گھر جا کر میں نے ترجمہ سے قرآن مجید بھی پڑھنا شروع کر دیا۔ سادے قرآن مجید پر میں ترجمہ یاد کیا کرتا تھا۔ میں نے اپنے گھر کے پاس ایک چھوٹی سی مسجد بنالی تھی۔ میں تہجد کے وقت قریباً دو بجے اٹھتا تھا۔ اور اس مسجد میں جا کر نماز پڑھتا تھا۔ اور سارا دن تہجد سے لیکر عشاء تک مسجد ہی میں بیٹھا رہا کرتا تھا۔ مجھے حضورؑ سے اس قدر محبت ہوئی۔ اور حضورؑ کی فرمودہ باتوں کا اس قدر شوق ہوا۔ کہ میں آٹھ پہر کے بعد روٹی کھایا کرتا تھا۔ اور روزہ رکھا کرتا تھا۔ گرمیوں کے دن ہوتے تھے۔ عشاء کی نماز اس مسجد میں پڑھ کر پھر اپنے گھر جاتا تھا۔ تہجد سے لے کر عشاء تک میں کسی سے بات نہ کرتا تھا۔ گھر والا سے بھی اگر کوئی مسجد میں آتا۔ تو میں اس سے بھی بات نہ کرتا۔

غرض اس قدر توجہ کا اثر ہوا۔ کہ میں نے تمام کاروبار ترک کر دیا۔ اور پھر مہینے میں ایک بار ضرور قادیان آتا۔ اگر مہینہ پورا گذر جاتا اور میں قادیان نہ آسکوں۔ تو بہت تکلیف ہوتی تھی۔ اور معلوم ہوتا تھا۔ گویا کئی سال گذر گئے ہیں۔ بڑے اضطراب سے میں قادیان آتا۔ اپنے دوستوں میں سے کسی کے ساتھ کوئی تعلق نہ رہا۔ صرف قرآن مجید کے ساتھ ہی تعلق رکھا۔

قادیان میں میں مہینہ مہینہ رہتا تھا۔ مگر یہاں بھی یہی حالت ہوتی تھی۔ کہ مسجد مبارک میں کھڑکی کے قریب ایک چھوٹا سا بستر ڈال لیتا تھا۔ اور اسی طرح جس طرح اپنے گاؤں میں اپنی مسجد میں رہتا تھا۔ اسی طرح یہاں میری حالت ہو گئی دل یہی چاہتا تھا۔ کہ میں کسی طرح ہجرت کر کے اور سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر حضور علیہ السلام کے قدموں میں چلا آؤں۔ اور گھر بار سے کوئی تعلق نہ رہے۔

اسی فکر میں مجھے ایک سال گذر گیا۔ اس کے بعد میں اس موقعہ کی فکر میں رہا۔ کہ موقعہ ہاتھ آئے۔ تو میں چلا جاؤں۔ کیونکہ میرا بڑا بھائی میرے بیوی بچوں کو آنے نہیں دیتا تھا۔ گھر میں زیادہ تر اسی کا اثر تھا۔ میں اسکا مقابلہ نہیں کرتا تھا۔ تین مرتبہ میں نے ہجرت کرنے کی کوشش کی۔ مگر موقعہ نہ بنا۔ میرا بھائی پہلے تو کچھ دن مخالفت کرتا رہا۔ آخر اس نے یہ کہا۔ کہ تم یہاں سے بالکل نہ جاؤ۔ ویسے جو تمہاری مرضی ہے کرو۔ خواہ کام کرو۔ یا نہ کرو۔ ہم تمہیں کچھ نہیں کہتے۔

ایک سال یا ڈیڑھ سال کے بعد میرا بھائی ایک روز ضلع سیالکوٹ میں جہاں ہمارے رشتہ دار ہیں۔ کسی رشتہ دار کے مقدمہ پر گیا۔ تو میں نے وہاں سے نکلنے کا ارادہ کر لیا۔ میں نے بیوی کو تیار کیا۔ رات کو میں نے تین چار گھوڑیاں لے لیں۔ اور راتوں رات روانہ ہو گیا۔ میرے پاس پانچسو روپیہ کے قریب تھا۔ وہ میں نے ایک ہندو کھتری کو جو ہمارا کام کرتا تھا۔ دیدیا۔ کہ تم لے چلو۔ کیونکہ مجھے ڈر تھا۔ میرا بھتیجا یا دوسرے رشتہ دار کہیں ہمارا تعاقب نہ کریں۔ اور مجھے واپس نہ لے جائیں۔ یا کم از کم روپیہ واپس نہ لے جائیں اس لئے میں نے روپیہ اسکو دے کر آگے بھیج دیا۔ اور ہم صبح کو گجرات پہنچے۔

گجرات سے ایک ڈاک گاڑی جاتی تھی۔ جس پر ہم نے سوار ہونا تھا۔ ہم سٹیشن پر نہایت تنگ وقت میں پہنچے ہم ٹکٹ لیکر گاڑی پر تو سوار ہو گئے۔ مگر جلدی میں وہ کھتری جس کے پاس روپیہ تھا۔ اور وہ پلیٹ فارم سے باہر کھڑا تھا۔ اس سے روپیہ نہ لے سکے۔ میرا چھوٹا لڑکا بھی پلیٹ فارم پر ہی رہ گیا۔ اور گاڑی چل دی۔ راستے میں جا کر معلوم ہوا کہ لڑکا پلیٹ فارم پر ہی رہ گیا ہے۔ میری بیوی رونے لگی میں نے اسکو تسلی دلائی کہ صبر کرو۔ میں تم کو وزیر آباد کے سٹیشن پر اتار کر خود واپس جاؤں گا۔ اور لڑکے کو تلاش کرونگا۔ غرض میں نے ان کو تو وزیر آباد کے ویٹنگ روم میں ٹھیرایا۔ اور خود تانگہ کرائے پہ لیکر گجرات پہنچا۔ وہاں جا کر معلوم ہوا۔ کہ وہ کھتری جس کے پاس روپیہ تھا۔ لڑکے کو ساتھ لے کر ہماری تلاش میں وزیر آباد گیا ہے۔ میں پھر اسی تانگہ پر واپس آیا۔ تو وہ کھتری مجھے وزیر آباد کے پلیٹ فارم پر مل گیا۔ اس نے مجھے روپیہ بھی دے دیا۔ اور لڑکا بھی ہم نے سنبھال لیا۔ کھتری تو واپس چلا گیا۔ اور ہم دوسری گاڑی پر سوار ہو کر روانہ ہوئے۔

جس وقت ہم سوار ہو کر گھر سے روانہ ہوئے تھے۔ تو میرا بھتیجا فیض احمد نام گھوڑے پر سوار ہو کر سیالکوٹ چلا گیا۔ اور میرے بھائی کو خبر دی۔ کہ اس طرح وہ بال بچوں کو لے کر چلا گیا ہے۔ میرا بھائی اسی وقت ایک میرے دوست نوشہرہ کے پیرزادے کو ساتھ لے کر اور ایک نوکر ہمراہ لے کر روانہ ہوا۔ یہ تینوں آدمی گاڑی پر سوار ہو کر ہمارے پیچھے روانہ ہوئے۔ چونکہ ہمیں وزیر آباد ٹھیرنے کی وجہ سے دیر ہو گئی تھی۔ اس لئے وہ تینوں آدمی دوسرے روز ہم کو امرت سر میں آملے۔ میرے بھائی نے ہمیں دیکھ لیا۔ اور میرے بیوی بچوں کو اتار لیا۔ میں نے بڑی منت سماجت کی۔ کہ ہم نے ٹکٹ لئے ہوئے ہیں۔ ان کو بھی ایک مرتبہ قادیان سے ہو آنے دو۔ مگر اس نے کوئی نہ مانی۔ اور ان کو اتار لیا۔ مگر میں بیٹھا رہا۔

آخر جب میں نے دیکھا۔ کہ یہ نہ مانے گا۔ تو میں نے ان کے ٹکٹ پھینک دیئے۔ اور پھر بھائی سے کہا۔ کہ بڑی مہربانی ہو گی۔ اگر ان کو ایک مرتبہ آپ قادیان سے ہو آنے دیں۔ مگر وہ نہ مانا۔

گاڑی روانہ ہو گئی۔ میں نے گاڑی میں دعا کی۔ کہ یا اللہ میں بڑا ہی گنہگار ہوں۔ کہ میرے نصیب میں ہجرت نہیں۔ اے خدا تو ہی رحم کر اور ان کے دل میں رحم ڈال دے۔ کہ وہ میرے بال بچوں کو ساتھ لے آئے۔ چنانچہ میری وہ دعا قبول ہو گئی۔ میرے بھائی کو کچھ خیال آ گیا۔ اور وہ ان کو دوسری گاڑی سے لے آیا۔ بٹالہ سے اس نے واپسی تانگہ کرائے پر کیا ہوا تھا۔ میرے بھائی نے مجھے کہا۔ کہ میں تمہاری دلجوئی کی خاطر ان کو لے آیا ہوں۔ اب تم ان کو جلدی واپس کر دو۔ تاکہ میں ان کو اپنے ساتھ ہی لے جاؤں۔ میں نے کہا کہ اب یہ اتنا کرایہ خرچ کر کے اور اتنا سفر طے کر کے آئے ہیں۔ ان کو دو ایک روز رہنے دو۔ جب اس نے دیکھا۔ کہ یہ کسی طرح نہیں مانیگا۔ تو آخر اس نے کہا۔ کہ اگر تمہارا باپ زندہ ہوتا۔ تو آج تم سے فیصلہ کر لیتا۔ میں نے کہا۔ کہ جو فیصلہ انہوں نے کرنا تھا وہ میں ہی کر دیتا ہوں۔ والد صاحب نے بھی تو یہی فیصلہ کرنا تھا۔ کہ اب تم نہ آنا۔ میں بھی یہی فیصلہ کرتا ہوں۔ کہ اب میں نہیں آؤنگا۔

راستے میں ہمیں جو تکلیف ہوئی تھی۔ میں نے حضرت مولوی نور الدین صاحبؓ سے اسکا ذکر کیا۔ انہوں نے حضرت صاحب سے کہا۔ تو حضورؑ نے فرمایا۔ ذٰلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

غرض میرا بھائی چلا گیا۔ مگر اس کو میرے ساتھ محبت تھی۔ اور وہ مجھ کو چھوڑ نہیں سکتا تھا۔ وہاں جا کر اس نے اس نوکر کو جسکو وہ ہمراہ لایا تھا۔ بھیجا کہ وہ جتنے دن مرضی ہو رہے۔ مگر بیوی بچوں کو بھیج دے۔ میں نے ان دنوں بڑی کوشش کی۔ کہ کوئی مکان کرائے پر مل جائے۔ مگر کوئی نہ ملا۔ اور میری بیوی بھی یہاں رہنے سے خوش نہ تھی۔ اس کا دل بھی اداس تھا۔ نوکر چونکہ گھر کا آدمی تھا۔ تو میری بیوی نے الگ بلا کر اسکو کہا۔ کہ یہ تو نہیں آئیگا۔ مگر بھائی کو کہنا کہ مجھے آکر لیجائے۔ میں نے نوکر سے کہا۔ کہ سردی کا موسم آرہا ہے۔ اور ہمارے پاس بستر وغیرہ نہیں ہیں۔ ہم نہیں آئیں گے۔ ہمارے بستر وغیرہ بھیجدو۔ (روپیہ وغیرہ چونکہ ختم ہو گیا تھا)

جب وہ آدمی واپس گیا۔ تو اس نے گھر جا کر تمام حال بتایا۔ کئی دنوں کے بعد ہمارے ایک طبیب بابو سراج الدین صاحب احمدی ریٹائرڈ سٹیشن ماسٹر کے والد صاحب آئے ہوئے تھے۔ (باقی آئندہ)

اسلامی دنیا

فلسطین کے پہاڑوں پر مسلمانوں کے بہتے ہوئے خون کی ذمہ واری کس پر ہے؟

اخبارات میں ایک عرصہ سے فلسطین کے موجودہ حالات کے تذکرے شائع ہو رہے ہیں۔ مسلمانوں کی تباہی پر ہر ایک شخص اشکبار ہے۔ اور سرفروشانِ فلسطین کی اس سرفروشی کی داد شجاعت دے رہا ہے۔ مگر نہ ان کی حالت پر رونے والا اور نہ ان کی بہادری کی داد شجاعت دینے والا۔ اس بہتے ہوئے خون کو روک سکتا ہے۔ جو فلسطینی نوجوانوں کے جسموں سے فوارہ کی طرح ابل رہا ہے۔ اور پہاڑوں کی چوٹیوں کو رنگین کرتا ہوا نیچے کو آ جاتا ہے۔

فلسطین کی زمین پر مسلمانوں کی حکومت کو صدیاں گذر گئیں۔ اس زمین کو انہوں نے گراں قدر قربانیاں دے کر خرید ا تھا۔ اور باوجود اس کے کہ وہ اس زمین کو اپنے خون سے سیراب کر کے مسلط ہوئے تھے۔ پھر بھی ان کو امن کی زندگی نصیب نہ ہوئی۔ اور ان کو اس زمین کی حفاظت کے لئے وقتاً فوقتاً قومی قربانیاں دینی پڑتی رہیں۔ مسلمانوں کی گذشتہ چودہ سو سال کی تاریخ کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوگا۔ کہ اس چھوٹے سے ملک میں مسلمانوں کا کس قدر خون بہایا گیا۔ ان تمام مظالم کے ہوتے ہوئے مسلمانوں نے اپنے زمانہ حکومت میں عیسائیوں اور یہودیوں سے مہربانی کا سلوک کیا۔ عیسائیوں کے قدیم گرجے اب تک بدستور موجود ہیں۔ اور ان میں کسی قسم کی دستبرد نہیں کی گئی۔ بلکہ جن مسیحی مقامات پر مسیحیوں کی خانہ جنگیوں کا اندیشہ تھا۔ ان مقامات کی حفاظت بھی مسلمان محافظین کرتے رہے۔

یہود کا تو تعلق اس ملک سے عیسائیوں سے بھی قبل کٹ گیا تھا۔ اور وہ ادھر ادھر کے ملکوں میں خانہ بدوش بن چکے تھے۔ ان کے معابد ان کی ہیکلیں تمام تباہ و برباد ہو چکی تھیں۔ اور ان کا کوئی اثر باقی نہ تھا۔ باوجود اس کے جب انہوں نے اسلامی دور حکومت میں حرم بیت المقدس کی خارجی دیوار کے متعلق یہ کہا۔ کہ یہ ہیکل سلیمان کی خارجی دیوار ہے تو ان کو وہاں اپنے مذہبی مراسم ادا کرنے کی اجازت دے دی گئی۔ یہی وہ جگہ ہے۔ جسے دیوار گریہ کہتے ہیں۔ اس سے زیادہ اس ملک میں ان کا کوئی نشان نہیں ہے۔ پس ایک ایسی قوم کو جو صدہا سالوں سے نہیں بلکہ دو ہزار برس سے بھی زیادہ ہوئے۔ جب اس ملک سے اجڑ چکی تھی۔ محض استعماری اغراض و مقاصد کے ماتحت لا کر آباد کر دینا یقیناً اس ملک کے باشندوں کے لئے خطرناک نتائج پیدا کرنے والا ہے۔ پھر چھوٹا سا ملک پہاڑیوں سے گھرا ہوا اور تھوڑی سی زمین جو وہاں کے باشندوں کی چراگاہوں اور کھیتوں کے لئے بمشکل کافی ہے۔ وہاں لاکھوں آدمیوں کو لا کر آباد کر دینا اور اس ملک کی زمین کو ان میں تقسیم کر دینا پہلے بسنے والوں کے لئے موت کا پیغام ہوگا۔

اہل فلسطین نے حکومت سے ہر رنگ میں درخواست کی۔ کہ وہ ان کی زندگی کی راہیں ان پر بند نہ کریں۔ مگر حکومت مواعید و مواثیق کے ایفاء کے نام سے یہود کو دنیا کے کناروں سے اکٹھا کر کے فلسطین میں لا کر آباد کرتی رہی۔ اہل فلسطین نے جب یہ دیکھا۔ کہ ان کی زندگی ہر رنگ میں خطرے میں ہے۔ اور حکومت ان کی عرضداشتوں پر توجہ نہیں دیتی تو انہوں نے اپنے آپ کو موت کے منہ میں دھکیل دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہے۔ کہ فلسطین کے مسلمانوں کی آبادی کم ہو رہی ہے۔ نوجوان مر رہے ہیں۔ اور ان کی لاشیں تڑپتی ہوئیں اور خون بہتا ہوا نظر آ رہا ہے۔

ہر ایک انسان اس خون کو دیکھ کر رنج و الم کا اظہار کرتا ہے۔ مگر کیا یہ غم۔ اور یہ لفظی رنج فلسطین کے مسلمانوں کیلئے کوئی تسکین کی صورت پیدا کر سکتا ہے۔ اور اس ویرانی کا انسداد کر سکتا ہے۔ جو اس ذریعے سے عالم عربی میں پیدا ہو رہی ہے یقیناً نہیں۔ اگر یہ درست ہے۔ تو پھر اس کا صاف مطلب یہ ہے۔ کہ ہم کوئی اقدام ایسا نہیں کر رہے۔ جس سے کوئی سکون کی صورت پیدا ہو سکے۔

اسلامی ممالک کے وزراء کو تاریں دینی۔ عرب سلاطین کا مریدوں کو سمجھانا بھی ایک ایسا فعل ہے۔ جس کا کوئی نتیجہ نہیں کیونکہ اس سے فلسطینیوں کی زندگی پر امن نہیں بن سکتی۔ پس اسکا صاف مطلب یہ ہے۔ کہ اس وقت تک کوئی قدم ایسا نہیں اٹھایا گیا۔ جو مسلمانانِ فلسطین کے لئے مفید ہو حکومت سے یہ توقع عبث ہے۔ کہ وہ اپنے فوائد سے اغماض کریگی۔ اسی طرح یہود سے بھی کوئی توقع نہیں ہو سکتی۔ پھر کیا مسلمانوں کو اس طرح مرنے دیا جائے جائیگا؟

مسلمانان ہند جو بڑے بڑے دعوے کیا کرتے ہیں وہ غور کریں۔ تو ان کو معلوم ہوگا۔ کہ

اس خون کی ذمہ واری ان کی گردن پر ہے

میرے اس قول پر غالباً حیرانی اور تعجب کا اظہار کیا جائیگا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ مگر واقعہ یہی ہے۔ مسلمانان ہند نے وہ کونسا عملی قدم اٹھایا۔ جس سے یہ تباہی رک جاتی۔ کیا کونسلوں میں سوال کر دینا۔ یا ہندوستان کے حکام کو تاریں کر دینی اس مصیبت کا علاج تھا؟

تکلیف یہ ہے۔

کہ فلسطین کے مسلمان مفلس نادار ہیں۔ یہود اپنی ثروت کے زور پر ان کی جائیدادیں خرید رہے ہیں۔ اور ایسے مہلک ذرائع استعمال کر رہے ہیں۔ جن سے مسلمانوں کی آمدنی کے ذرائع مسدود ہو رہے ہیں۔ اور وہ مجبور ہوتے جا رہے ہیں۔ کہ فلسطین سے نکل جائیں۔ پس اصل چیز یہ ہے۔ کہ

(۱) مسلمانان فلسطین بیکار ہیں۔

(۲) ان کی جائیدادیں فروخت ہو رہی ہیں۔

اس لئے جب تک ان دو امور کا علاج نہ ہوگا۔ فلسطینی مسلمانوں کے بچاؤ کی کوئی صورت نہیں۔ اور یہی دو چیزیں ایسی ہیں۔ جن کی طرف کوئی توجہ نہیں برتی جاتی۔

اہل فلسطین نے حق ادا کر دیا

اہل فلسطین نے دنیا کے مسلمانوں پر اتمام حجت کا حق ادا کر دیا۔ ۱۹۳۲ء میں بیت المقدس میں عالم اسلامی کی ایک کانفرنس قائم کی گئی۔ اور وہاں عالم اسلامی کے نمائندوں کو حالات حاضرہ سے آگاہ کیا گیا۔ ۱۹۳۳ء مجلس اسلامی اعلیٰ کے صدر حضرت صاحب السماحۃ مفتی اعظم اور مصر کے مشہور اور نامور وزیر ہز ایکسلنسی محمد علی علوبہ پاشا ہندوستان میں تشریف لائے۔ اور ہندوستان کے تمام بڑے بڑے شہروں میں انہوں نے چکر لگایا۔ اور مسلمانوں کو ان مصائب سے آگاہ کیا جو دو تین سال بعد فلسطین میں نازل ہونے والی تھیں۔ مگر افسوس کہ ہندوستان کے لیڈروں نے انکی اس آواز پر کان نہ دیا۔

ہز ایکسلنسی محمد علی پاشا نے مجھ سے بمبئی میں بارہا ذکر کیا کہ "اگر مجھے یہ معلوم ہوتا۔ کہ ہماری آواز اس طرح صدا بصحراء ہوگی۔ تو میں کبھی ہندوستان نہ آتا۔ وہ کہتے۔ کہ ہماری بڑی بڑی شاندار دعوتیں کی جاتی ہیں۔ مگر میں ہندوستان کی لذیذ دعوتیں کھانے نہیں آیا۔ میں ایسے وقت میں اپنے ملک سے نکلا جبکہ میرے ملک کو میری خدمات کی ضرورت تھی۔ اور ایسے موسم میں نکلا۔ جبکہ میں ہندوستان میں ایک دن بھی گرمی کی وجہ سے رہ نہیں سکتا۔ میرا یہ سفر اپنے مظلوم و بیکس بھائیوں کی مدد کے لئے تھا۔ میرا خیال تھا۔ کہ جیسے یہ درد مجھ میں ہے ویسے ہی ہر ایک مسلمان میں ہوگا۔ مگر یہاں آ کر مجھے سخت افسوس ہوا۔"

الغرض

ان کو ہندوستان میں ناکامی ہوئی۔ اور سخت ناکامی ہوئی۔ اور کسی نے بھی ان کی آواز پر کان نہ دیا (الا ماشاء اللہ) اس غفلت کا نتیجہ یہ ہے۔ کہ آج فلسطین میں مسلمانوں کے مکانوں پر بموں کے گولے برستے ہیں۔ اور ان کے کھیتوں پر آتشین بارش۔ پہاڑوں اور میدانوں میں انکی لاشیں تڑپتی نظر آتی ہیں جگہ جگہ خون جما ہوا ہے اور گھر گھر ماتم اور سوگ۔ عورتیں بیوہ ہو رہی ہیں اور بچے یتیم۔ تباہی و بربادی کے ڈیرے لگے ہوئے ہیں۔ اور فلسطینی قوم مر مٹنے کے لئے تیار بیٹھی ہے۔ (باقی پھر)

حفظان صحت کے متعلق ٹریکٹ

صاحبزادہ میرزا منور احمد صاحب اور صاحبزادہ میرزا منیر احمد صاحب نے ایک نہایت ہی مفید اور بابرکت کام کے لئے اپنا عملی قدم اٹھایا ہے۔ یعنی حفظان صحت قادیان کے متعلق ایک ماہواری ٹریکٹوں کا سلسلہ جاری کیا ہے۔ میری نگاہ کے سامنے اس کا پہلا نمبر ہے۔ اس نمبر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات عالیہ۔
صفائی کے متعلق بعض قرآنی احکام۔ حضرت صاحبزادہ میرزا بشیر احمد صاحب ایم اے کی قلم سے۔
مخاطبات کے عنوان سے ایک نہایت عمدہ مضمون حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب کی قلم سے۔
اور پھر صفائی کے متعلق بعض احادیث جناب میر محمد اسحاق صاحب کی قلم سے لکھی گئی ہیں۔

یہ تمام مضامین اعلیٰ درجہ کے حقائق و معارف لئے ہوئے ہیں۔ صاحبزادگان کا یہ عملی قدم قابل صد مبارکباد ہے۔ احباب کا فرض ہے۔ کہ وہ اس لطیف سلسلہ کی جتنی ممکن اشاعت کر سکتے ہیں۔ کریں۔ اور پھر جب ان اعلیٰ مضامین سے فائدہ اٹھائیں۔ تو صاحبزادگان کے لئے بطور شکریہ دعا کریں۔ کہ اللہ تعالیٰ انکی عمروں میں برکت دے۔ اور دنیا کے لئے بڑھ چڑھ کر نافع الناس بنائے۔ میں اس رسالہ کے مقاصد کی اشاعت کے لئے اس میں سے لیکر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات عالیہ کو شائع کرتا ہوں۔

(ایڈیٹر)

ظاہری صفائی کے متعلق حضرت مسیح موعود کے ارشادات

(۱)

"جو شخص ظاہری پلیدیوں سے نفرت نہیں رکھتا اور اس کا گھر اور اس کے گھر کا صحن ناپاک رہتے ہیں۔ وہ اندرونی پاکیزگی میں بھی سست ہو سکتا ہے۔ سو تم کوشش کرو۔ کہ تمہارے گھر کا کوئی بھی حصہ ناپاک نہ ہو۔ اور نہ ناپاک پانی اور کیچڑ بدروؤں میں کھڑا رہے اور نہ کپڑے میلے کچیلے رہیں۔ یہ خدا تعالیٰ کا حکم ہے۔ جو قرآن شریف میں آچکا ہے۔ ایسے احکام جو خدا تعالیٰ کی کتاب میں آگئے ہیں۔ وہ اس لئے ہیں۔ تا تم سمجھو۔ کہ جسمانی سلسلہ کو روحانی سلسلہ سے ایک تعلق ہے سو تم نہ تو ظاہری طور پر زمین کے نجس حصوں کی طرف جھکو۔ اور نہ روحانی طور پر۔ بلکہ اگر ممکن ہو۔ تو اوپر کے مکانوں میں رہو۔ اور ہوادار اور روشن مکان اختیار کرو۔ (نزول المسیح صفحہ ۴۲)

(۲)

جو شخص جسمانی پاکیزگی کی رعایت کو بالکل چھوڑ دیتا ہے۔ وہ رفتہ رفتہ وحشیانہ حالت میں گر کر روحانی پاکیزگی سے بھی بے نصیب رہ جاتا ہے۔ مثلاً چند روز دانتوں کا خلال کرنا چھوڑ دو۔ جو ایک ادنیٰ صفائی کے درجہ پر ہے۔ تو وہ فضلات جو دانتوں میں پھنسے رہیں گے ان میں سے مردار کی بُو آئے گی۔ آخر دانت خراب ہو جائیں گے۔ اور ان کا زہریلا اثر معدہ پر گر کر معدہ بھی فاسد ہو جائیگا۔ خود غور کر کے دیکھیں۔ کہ جب دانتوں کے اندر کسی بوٹی کا رگ و ریشہ یا کوئی جُز پھنسا رہ جاتا ہے۔ اور اسی وقت خلال کے ساتھ نکالا نہیں جاتا۔ تو ایک رات بھی رہ جائے۔ تو سخت بدبو اس میں پیدا ہو جاتی ہے۔ اور ایسی بدبو آتی ہے۔ جیسا کہ چوہا مرا ہوا ہوتا ہے۔ پس یہ کیسی نادانی ہے کہ ظاہری اور جسمانی پاکیزگی پر اعتراض کیا جائے۔ اور یہ تعلیم دی جائے۔ کہ تم جسمانی پاکیزگی کی کچھ پروا نہ رکھو۔ نہ خلال کرو۔ اور نہ مسواک کرو۔ اور نہ کبھی غسل کر کے بدن سے میل اتارو۔ اور نہ پاخانہ پھر کر طہارت کرو۔ اور تمہارے لئے صرف روحانی پاکیزگی کافی ہے۔ ہمارے ہی تجارب ہمیں بتلاتے ہیں۔ کہ ہمیں جیسا کہ روحانی پاکیزگی کی روحانی صحت کے لئے ضرورت ہے۔ ایسا ہی ہمیں جسمانی صحت کے لئے جسمانی پاکیزگی کی ضرورت ہے۔ بلکہ سچ تو یہ ہے۔ کہ ہماری جسمانی پاکیزگی کو ہماری روحانی پاکیزگی میں بہت کچھ دخل ہے۔ کیونکہ جب ہم جسمانی پاکیزگی کو چھوڑ کر اس کے بدنتائج یعنی خطرناک بیماریوں کو بھگتنے لگتے ہیں۔ تو اس وقت ہمارے دینی فرائض میں بھی بہت حرج ہو جاتا ہے۔ اور ہم بیمار ہو کر ایسے نکمے ہو جاتے ہیں۔ کہ کوئی خدمت دینی بجا نہیں لاسکتے۔ اور یا چند روز دکھ اٹھا کر دنیا سے کوچ کر جاتے ہیں۔ بلکہ بجائے اس کے کہ بنی نوع کی خدمت کر سکیں۔ اپنی جسمانی ناپاکیوں اور ترکِ قواعدِ حفظان صحت سے اوروں کیلئے وبال جان ہو جاتے ہیں اور آخر ان ناپاکیوں کا ذخیرہ جس کو ہم اپنے ہاتھ سے اکٹھا کرتے ہیں وبا کی صورت میں مشتعل ہو کر تمام ملک کو کھاتا ہے۔ اور اس تمام مصیبت کا موجب ہم ہی ہوتے ہیں۔ کیونکہ ہم ظاہری پاکی کے اصولوں کی رعایت نہیں رکھتے۔ پس دیکھو کہ قرآنی اصولوں کو چھوڑ کر اور فرقانی وصایا کو ترک کر کے کیا کچھ بلائیں انسانوں پر وارد ہوتی ہیں۔ اور ایسے بے احتیاط لوگ جو نجاستوں سے پرہیز نہیں کرتے۔ اور عفونتوں کو اپنے گھروں اور کوچوں اور کپڑوں اور منہ سے دور نہیں کرتے۔ ان کی بے اعتدالیوں کی وجہ سے نوع انسان کے لئے کیسے خطرناک نتیجے پیدا ہوتے ہیں۔ اور کیسی یک دفعہ وبائیں پھوٹتی اور موتیں پیدا ہوتی ہیں۔ اور شور قیامت برپا ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ لوگ مرض کی دہشت سے اپنے گھروں اور مال اور املاک اور تمام اس جائیداد سے جو جانکاہی سے اکٹھی کی تھی۔ دست بردار ہو کر دوسرے ملکوں کی طرف دوڑتے ہیں۔ اور مائیں بچوں سے اور بچے ماؤں سے جدا کئے جاتے ہیں۔ کیا یہ مصیبت جہنم کی آگ سے کچھ کم ہے۔ ڈاکٹروں سے پوچھو اور طبیبوں سے دریافت کرو۔ کہ کیا ایسی لاپرواہی جو جسمانی طہارت کی نسبت عمل میں لائی جائے۔ وبا کے لئے معین موزون اور مؤید ہے یا نہیں۔ پس قرآن نے کیا بُرا کیا۔ کہ پہلے گھروں جسموں اور کپڑوں کی صفائی پر زور دیکر انسانوں کو اس جہنم سے بچانا چاہا۔ جو اسی دنیا میں یک دفعہ فالج کی طرح گرتا اور عدم تک پہنچاتا ہے۔ پھر دوسرے جہنم سے محفوظ رہنے کے لئے وہ صراطِ مستقیم بتلایا جو انسانی فطرت کے تقاضا کے عین موافق اور قانون قدرت کے عین مطابق ہے۔

(ایام الصلح اردو صفحہ ۹۵، ۹۶)

(۳)

"یہ اول درجہ کی ناپاکی جو انسان کو وحشیانہ حالت میں ڈالتی ہے۔ جسمانی ناپاکی ہے۔ اور اس سے خطرناک امراض اور مہلک بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔ سو ضرور تھا۔ کہ خدا تعالیٰ کی کامل کتاب اپنی تعلیم کا ابتدا اسی سے کرتی۔ سو خدا نے ایسا ہی کیا۔ اول جسمانی ناپاکیوں اور دوسری وحشیانہ حالتوں سے چھڑا کر وحشیوں کو انسان بنانا چاہا۔ پھر اخلاق فاضلہ اور طہارت باطنی کے احکام سکھلا کر انسانوں کو مہذب انسان بنایا۔ اور پھر محبت اور فنا فی اللہ کے باریک دقائق تک پہنچا کر مہذب انسانوں کو با خدا بنایا۔ اور پھر یہ سب کچھ کر کے فرمادیا اعلموا ان اللہ یحیی الارض بعد موتہا۔ یعنی جان لو۔ کہ خدا نے زمین کو مرنے کے بعد پھر زندہ کیا۔ سو خدا کا کلام حکمت کے طریقوں سے انسانوں کو ترقی کے منار تک پہنچاتا ہے۔ وہ اس سے شرم نہیں کرتا۔ کہ انسانوں کو جو انسانیت سے گرا ہوا ہے۔ ظاہری ناپاکیوں سے بھی چھڑائے۔ جیسا کہ وہ باطنی ناپاکیوں سے چھڑاتا ہے۔ اس نے اپنی پاک کلام میں انسانوں کو دونوں قسم کی پاکیزگی کی طرف ترغیب دی ہے۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے ان اللہ یحب التوابین و یحب المتطہرین۔ یعنی خدا توبہ کرنیوالوں کو دوست رکھتا ہے۔ اور ان کو بھی دوست رکھتا ہے۔ جو جسمانی طہارت کے پابند رہتے ہیں۔ سو توابین کے لفظ سے خدا تعالیٰ نے باطنی طہارت اور پاکیزگی کی طرف توجہ دلائی اور متطہرین کے لفظ سے ظاہری طہارت اور پاکیزگی

کی ترغیب دی۔ تجربہ کی رو سے یہ مشاہدہ بھی ہوتا ہے۔ کہ جو لوگ اپنے گھروں کو خوب صاف رکھتے ہیں۔ اور اپنی بدرروؤں کو گندا نہیں ہونے دیتے۔ اور اپنے کپڑوں کو دھوتے رہتے ہیں۔ اور خلال کرتے اور مسواک کرتے اور بدن پاک رکھتے ہیں۔ اور بدبو اور عفونت سے پرہیز کرتے ہیں۔ وہ اکثر خطرناک وبائی بیماریوں سے بچے رہتے ہیں۔ پس گویا وہ اس طرح پر یحب المتطہرین کے وعدہ سے فائدہ اٹھا لیتے ہیں لیکن جو لوگ طہارت ظاہری کی پروا نہیں رکھتے۔ آخر کبھی نہ کبھی وہ پیچ میں پھنس جاتے ہیں۔ اور خطرناک بیماریاں ان کو آ پکڑتی ہیں۔ اگر قرآن کو غور سے پڑھو۔ تو تمہیں معلوم ہوگا۔ کہ خدا تعالیٰ کے بے اختیار رحم نے یہی چاہا ہے۔ کہ انسان باطنی پاکیزگی اختیار کرکے روحانی عذاب سے نجات پاوے۔ اور ظاہری پاکیزگی اختیار کرکے دنیا کے جہنم سے بچا رہے۔ جو طرح طرح کی بیماریوں اور وباؤں کی شکل میں نمودار ہو جاتا ہے۔ اور اس مسئلہ کو قرآن شریف میں اول سے آخر تک بیان فرمایا گیا ہے۔" (ایام الصلح صفحہ ۹۹ و ۱۰۰)

(۴)

"شریعت اسلام نے نہایت درجہ پر ان صفائیوں کا تقید کیا ہے۔ جیساکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے والرجز فاھجر یعنی ہر ایک پلیدی سے جدا رہ۔ یہ احکام اسی لئے ہیں۔ کہ تا انسان حفظان صحت کے اسباب کی رعایت رکھ کر اپنے تئیں جسمانی بلاؤں سے بچاوے۔" (ایام الصلح صفحہ ۹۴ و ۹۵)

(۵)

"ظاہری پاکیزگی باطنی طہارت کی ممد اور معاون ہے۔ اگر انسان اس کو چھوڑ دے اور پاخانہ پھر کر بھی طہارت نہ کرے تو اندرونی پاکیزگی پاس بھی نہ پھٹکے۔ پس یاد رکھو۔ کہ ظاہری پاکیزگی اندرونی طہارت کو مستلزم ہے۔" (انذار صفحہ ۶۱)

(۶)

"حقیقی توبہ کے ساتھ پاکیزگی اور طہارت شرط ہے۔ ہر قسم کی نجاست اور گندگی سے الگ ہو جانا ضروری ہے۔ ورنہ نری توبہ اور لفظ کے تکرار سے تو کچھ فائدہ نہیں۔"

(الحکم ۷ار ستمبر ۱۹۰۱ء صفحہ ۱)

(۷)

وبائی ایام کے بارہ میں ہدایات

"حتی المقدور ہر روز غسل کریں۔ اور پوشاک بدلیں اور بدرویں گندی نہ ہونے دیں۔ اور مکان کی اوپر کی چھت پر رہیں۔ اور مکان صاف رکھیں۔ اور خوشبودار چیزیں عود وغیرہ گھر میں جلاتے رہیں۔ اور کوشش کریں۔ کہ مکانوں میں تاریکی اور حبس ہوا نہ ہو۔ اور گھر میں اس قدر ہجوم نہ ہو۔ کہ بدنی عفونتوں کے پھیلنے کا احتمال ہو۔"

(تبلیغ رسالت جلد ہفتم صفحہ ۸۴)

بقایا دار بقایا ادا فرما کر شکریہ کا موقع دیں۔

جواں ہمت اہل قلم آگے بڑھیں

سلسلہ احمدیہ کی دیرینہ ضرورت کو پورا کرنے کیلئے

(الف) جماعت کے جواں ہمت افراد میں تصنیف اور مضمون نویسی کا ملکہ پیدا کرنے۔

(ب) دینی۔ سیاسی۔ تمدنی۔ معاشرتی اور اخلاقی مسائل کو اسلامی نقطۂ نگاہ سے پیش کرنے۔

(ج) اسلام کے خلاف اعتراضات کے احمدیت کی روشنی میں تحقیقی جواب دینے۔

(د) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بیان فرمودہ علم کلام کی ترویج۔

اور

(ہ) اسلامی مسائل کے متعلق اعلیٰ پایہ کا علمی لٹریچر مہیا کرنے کی اغراض و مقاصد سے

مجلس انصار سلطان القلم

قائم کی گئی ہے۔ جس کی سرپرستی حضرت میاں بشیر احمد صاحب ایم اے ناظر تالیف و تصنیف نے ازراہ نوازش منظور فرمائی ہے۔ اس کے صدر صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب مولوی فاضل بی اے اور نائب صدر جناب مولانا ابو العطا صاحب فاضل منتخب کئے گئے ہیں۔

جماعت احمدیہ کے جواں ہمت اہل قلم اصحاب جو علمی و ادبی مذاق اور تحقیق و تدقیق کا ملکہ رکھتے ہیں۔ حضرت سلطان القلم علیہ السلام اور سلسلہ عالیہ کی اس خدمت کے لئے اپنے تئیں پیش کرتے ہوئے جلد خاکسار کو رکنیت کی درخواست بھجوا دیں۔

نوٹ۔ مجلس کی رکنیت کے لئے کوئی چندہ معین نہیں کیا گیا۔

خاکسار خالد مولوی فاضل بی اے (آنرز) سکرٹری
مجلس انصار سلطان القلم قادیان

المبشر

بچوں کیلئے ماہوار ٹریکٹوں کا سلسلہ

میرے بھتیجے عزیز محمد سلیمان عرفانی نے بچوں کے لئے ایک ماہوار ٹریکٹوں کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے۔ جس کا چوتھا نمبر میرے سامنے ہے۔ یہ سلسلہ بچوں کے لئے ایک نہایت عمدہ اور مفید ہے۔ نوجوانوں اور بچوں کو مضمون نویسی سیکھنے کے لئے بہت مدد دیگا۔ بعض اعلیٰ درجہ کے مضمون لکھنے والے نوجوان گریجوایٹوں نے بھی اس سلسلہ میں مضامین لکھنے شروع کئے ہیں۔ رسالہ کا ہر نمبر پہلے نمبر سے بہتر نمبر ثابت ہوا۔ میں اس رسالہ کے متعلق اس لئے بھی کچھ لکھتے ہوئے گھبراتا رہا۔ کہ میری تعریف کہیں اپنے عزیز کی بیجا تعریف نہ سمجھی جائے۔ اب جبکہ یہ سلسلہ دوسرے احباب سے بھی خراج تحسین حاصل کر رہا ہے۔ اور اس نے عملی طور پر ثابت کر دیا ہے۔ کہ واقعی یہ ایک اچھا اقدام ہے۔ اب میں اس رسالہ کی تعریف کرنا کوئی بے جا فعل نہیں خیال کرتا۔ میرے نزدیک عزیز اور وہ طالب علم جو اس کام میں شریک ہیں۔ قابل مبارکباد ہیں۔ اگر احباب اپنے بچوں کیلئے اس رسالہ کو منگوائیں۔ تو یہ یقیناً ان کیلئے مفید سلسلہ ہوگا بارہ نمبروں کی قیمت صرف ڈیڑھ روپیہ ہے۔ خط و کتابت بنام ایس۔ ایم عرفانی۔ قادیان۔

مولوی عبداللہ خاں مرحوم

بلوچ بزدار مولوی فاضل

گذشتہ سے پیوستہ

مارچ ۱۹۳۶ء کے شروع میں آپ گھر واپس تشریف لے آئے۔ یہ ۵ مارچ عید کا دن تھا۔ لیکن حالت ایسی خطرناک نہ تھی۔ اور آپ تونسہ شریف سے جو گھر سے نَو میل کے فاصلے پر ہے۔ پیدل چل کر گھر پہنچے۔ یہاں آکر علاج معالجہ شروع کیا۔ گرمی کے ایام میں آپ کو درگ ایک پہاڑی مقام پر بھیج دیا گیا۔ اور وہاں بھی علاج جاری رہا۔ خدا کے فضل سے طبیعت بالکل سنبھل گئی۔ بخار دکھانسی بالکل جاتے رہے۔ کافی طاقت جسم میں پیدا ہو گئی۔ جس دوائی سے فائدہ ہوا۔ نفع خلق کے لئے یہاں تحریر کر دیتا ہوں۔

تپدق کا مجرب نسخہ ایک لمبا کدو جو وزن میں ڈیڑھ دو سیر کے برابر ہو لے کر اسے گل حکمت کریں۔ اور جب تنور ٹھنڈا ہونے لگے بھوبل میں دفن کریں۔ صبح کو نکال کر صاف کریں۔ اور کپڑے میں ڈال کر پانی نچوڑ لیں۔ صاف کر کے بوتل میں محفوظ رکھیں۔ تاکہ خراب نہ ہو۔ اب رات کو ایک چھٹانک بھر مذکورہ پانی اور چھ ماشہ خاکشی دو تولہ گلاب ڈال کر چینی کی پیالی میں شبنم میں رکھیں صبح کو نہار منہ مذکورہ پانی مریض کو نتھار کر پلا دیں۔ تین دن کے اندر بخار و کھانسی جاتے رہیں گے۔ اور انشاء اللہ ایک ہفتہ میں شفا کلی ہو گی۔ یہ ایک مجرب علاج ہے۔ اگر دوسرے درجے تک بھی حالت پہنچ گئی ہو۔ شفا کلی ہو گی۔

عزیز مرحوم گرمیوں کے دن پہاڑ پر گذار کر گھر واپس تشریف لے آئے۔ طبیعت بالکل اچھی تھی۔ یہاں تک کہ دوسرے سال کی گرمیاں آگئیں۔ میں نے عرض کیا۔ کہ آپ پہاڑ پر چلے جائیں۔ مگر کہنے لگے۔ اب ضرورت نہیں۔ طبیعت تندرست ہے۔ باوجود اصرار کے نہ گئے۔ گرمیوں میں تھوڑی تھوڑی کھانسی ہونے لگی۔ مگر کم۔ لیکن سردیوں میں شکایت زیادہ ہو گئی۔ کبھی کبھی بخار بھی ہونے لگا۔ یہاں تک کہ پھر گرمی کا موسم آن پہنچا۔ اور طبیعت دن بدن گرنے لگی۔ اپریل گذشتہ میں پھر پہاڑ پر جانے کی خواہش ظاہر کی۔ مگر طبیعت بہت علیل تھی۔ والد صاحب جانے کا مشورہ نہ دیتے تھے۔ مگر ان کے اصرار کو مدنظر رکھ کر آپ کو پھر پہاڑ پر بھیج دیا گیا۔ مگر وہاں جا کر طبیعت اس دفعہ نہ سنبھلی۔ اور زیادہ خراب ہوتی گئی۔ تھوڑے دن وہاں رہے۔ جب طبیعت بحال نہ ہوئی۔ تو ہم نے یہی مناسب سمجھا۔ کہ گھر واپس جانا چاہیئے۔ آخر مئی ۱۹۳۶ء کی دس تاریخ کو ہم واپس گھر آئے۔ یہاں آن کر آپ آٹھ دن زندہ رہے۔ نویں دن بروز پیر بوقت بعد ظہر ہمیشہ کے لئے ہم سے رخصت ہوئے۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔ اللھم اغفر وارحم و انت خیر الراحمین۔

آپ کی وفات ۱۸ مئی ۱۹۳۶ء مطابق ۲۵ صفر ۱۳۵۵ھ ہجری کو ہوئی۔ ۱۸ تاریخ سے پہلی رات کو بہت بے چینی رہی۔ اور بعض دفعہ بے ہوشی تک نوبت پہنچ جاتی رہی۔ والدہ اور ہمشیرہ پاس بیٹھی رہیں۔ والد صاحب نے چند سورتیں قرآن مجید کی تلاوت فرمائیں۔ اس کے بعد کہنے لگے۔ ابا جان آپ تھک گئے ہوں گے سو جائیں۔ مجھے بھی کہا۔ سو جاؤ۔ والدہ اور ہمشیرہ کو بھی سونے کو کہا۔ مگر نیند کہاں تھی۔ آخر صبح کی نماز سے پہلے پوچھا۔ کہ نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ میں نے عرض کیا۔ قدرے سویرا ہے۔ پو نہیں پھٹی۔ جب نماز کا وقت ہوا۔ میں نے وضو کیا۔ کہنے لگے مجھے بھی تیمم کرا دو۔ میں نے تیمم کرایا۔ کہنے لگے۔ میں نماز پڑھتا ہوں۔ تم نماز پڑھ آؤ۔ میں نے مسجد میں جا کر نماز ادا کی۔ جب نماز پڑھ کر واپس آیا۔ تو میں نے مدرسہ جانے کی اجازت چاہی۔ کہنے لگے چلے جاؤ۔ میں نے عرض کیا۔ آج رخصت لے کر جلدی آ جاؤں گا۔ میں نے کہا۔ اگر کسی دوائی کی ضرورت ہو۔ تو لیتا آؤں۔ کہنے لگے بھائی جی اب دوائیوں کی ضرورت نہیں۔ میں نے کہا۔ لال شربت کوئی عرق وغیرہ لیتا آؤں۔ کہنے لگے ضرورت تو نہیں۔ اگر لے آؤ گے۔ تو کسی کے کام تو آئیں گے آخر خاکسار مدرسے چلا گیا۔ وہاں جا کر رخصت کا انتظام کیا۔ لال شربت۔ عرق بید مشک وغیرہ لیتا آیا۔ جب میں گھر پہنچا۔ تو بہت خوش ہوئے۔ اور کہنے لگے۔ آج تو بخار وغیرہ بالکل نہیں۔ باقی تمام تکالیف سے آرام ہے اصل بات یہ تھی۔ کہ اب جسم ہمیشہ کے لئے ٹھنڈا ہو رہا تھا۔ ظہر کے وقت کہنے لگے۔ میں چاہتا ہوں غسل کروں۔ اور جو نمازیں کل غشی کے وقت نہیں پڑھ سکا وہ بھی پڑھ لوں۔ لیکن میں نے دیکھا۔ کہ نزع کی حالت شروع ہو چکی تھی۔ میں نماز ظہر پڑھ کر ان کے پاس دوسری چارپائی پر آن بیٹھا۔ مجھے اپنے پاس بلایا۔ کہنے لگے نبض دیکھو۔ بخار تو نہیں۔ میں نے ہاتھ لگا کر دیکھا جسم میں حرارت نہ تھی۔ نبض نہایت کمزوری سے چل رہی تھی۔ کہنے لگے مجھے پانی دے دو۔ میں نے کہا۔ تھوڑا سا لال شربت لے لو۔ تاکہ طاقت آ جاوے کہنے لگے۔ نہیں صرف پانی ہی دے دو۔ میں پانی لے آیا۔ میں نے کہا۔ بدستور لیٹے لیٹے پی لو۔ کہنے لگے مجھے اٹھاؤ۔ میں نے سہارا دیکر اٹھایا ہمشیرہ نے پانی دیا۔ دو تین گھونٹ پانی پیا ہو گا۔ کہ پانی گلے میں رک گیا۔ (اُتھوں کی صورت پیدا ہوئی) گلاس میرے ہاتھ میں دیدیا۔ اور لیٹ گئے۔ سانس رک گئی۔ اور روح نے قفس عنصری سے پرواز کیا۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون ابھی ابھی جو انسان ہم سے باتیں کر رہا تھا۔ خاموش ہو گیا۔ اور ہمیشہ کے لئے خاموش ہو گیا۔ اور ہم جب تک زندہ رہیں گے۔ ان کی باتیں سننے اور ان کے شیریں کلام سے محروم ہو گئے۔

متفرق باتیں وفات سے تین چار دن پہلے فرمایا۔ آج میں خواب میں آپ سے الوداع کی اجازت مانگ رہا تھا۔

والد صاحب نے وفات سے پہلے آپ کی قبر کھودی ہوئی دیکھی۔ اور ابتدا بیماری میں بھی اسی قسم کی ایک خواب دیکھی تھی۔

قرآن مجید سے بہت محبت تھی۔ جب تک خود بیٹھ کر پڑھ سکتے تھے۔ خود پڑھتے تھے۔ لیکن جب کمزوری زیادہ ہو گئی۔ تو بھائی فتح محمد خاں کو کہتے۔ تم پڑھتے جاؤ۔ میں سنتا جاؤنگا۔ اور ساتھ ساتھ بھائی صاحب کو سمجھاتے بھی جاتے۔

فرمایا کرتے۔ اب بیماری بہت لمبی ہو گئی ہے۔ خداوند کریم مشکل آسان کر دے۔ نیز فرماتے خدا کرے آخری وقت تک مولیٰ کریم سے تعلق نہ ٹوٹے ایسا نہ ہو۔ کہ ہم مشکلات کو دیکھ کر مولیٰ پاک سے تعلق توڑ بیٹھیں۔ اور ابتلا میں آ جائیں۔ اخبارات سلسلہ اور خطبات جب پڑھ سکتے تھے باوجود منع کرنے کے پڑھتے تھے۔ اور اخبار کا سخت انتظار کرتے رہتے تھے۔ لیکن جب کمزور ہو گئے۔ تو پھر سننے پر اکتفا کرتے۔ غرضیکہ آپ کی زندگی ہر طرح سے قابل رشک تھی۔ مولیٰ کریم آپ پر بڑے بڑے فضل اور رحم فرماوے۔ اور اپنے قرب میں جگہ دے۔ اور بہت بڑے احسان فرماوے۔ آمین ثم آمین

اب سوائے صبر کے چارہ نہیں۔ ہم سب نے ایک نہ ایک دن اسی کے پاس جانا ہے۔ ؎

بلانے والا ہے سب سے پیارا اسی پہ اے دل تو جاں فدا کر

فقط والسلام۔

خاکسار آپکی پاک دعاؤں کا محتاج۔ علی محمد احمدی برادر حقیقی مولوی عبداللہ خاں بلوچ بزدار۔

یادداشت

مکرم محترم! الحکم کے بقائے کے لئے یہ یادداشت رکھ لیں۔ کہ پہلی نومبر کو تنخواہ ملنے پر الحکم کا بقایا بھیجنا ضروری ہے۔ ورنہ وی پی آئے گا۔ جس کے آنے سے تقریباً پانچ آنے زائد خرچ پڑ جائے گا۔

(مینیجر)

اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں باہتمام شیخ محمود احمد عرفانی پرنٹر و پبلشر چھپ کر دفتر الحکم قادیان سے شائع ہوا۔